



## اصول نقد حدیث کے سندی معیارات کا اطلاق: ائمہ اربعہ کی حدیثی تالیفات کا تجزیاتی مطالعہ

### *Application of Isnād-Based Criteria in Hadith Criticism: An Analytical Study of the Hadith Works of the Four Imams*

**Dr. Ihsan ul Rahman Ghauri**

Associate Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Email: ihsan.is@pu.edu.pk

#### **Abstract**

*This research article presents a comprehensive comparative analysis of the sanad (chain of narration) criteria employed in Hadith criticism by the four great Imams: Abu Hanifa, Malik ibn Anas, Muhammad ibn Idris al-Shafi'i, and Ahmad ibn Hanbal. The sanad serves as the foundational pillar for authenticating Hadith, ensuring the reliability of transmission from the Prophet Muhammad (PBUH) to subsequent generations. Drawing on classical Islamic texts, historical contexts, and modern scholarly interpretations, the study examines each Imam's unique approach: Abu Hanifa's emphasis on the narrator's integrity and jurisprudential acumen, Malik's integration of Medinan practice as a quasi-sanad criterion, Shafi'i's stringent requirements for continuity and rejection of mursal narrations, and Ahmad's balanced view allowing for multiplicity of chains to strengthen weaker narrations. The analysis highlights shared principles, such as the necessity of connectivity (ittisal) and narrator reliability (adalah and dhabt), while delineating key differences rooted in geographical, temporal, and intellectual milieus. Through critical evaluation, the article underscores how these criteria contributed to the diversity of Islamic jurisprudence (fiqh) and remain relevant for contemporary Hadith studies. Insights from web-based scholarly resources further enrich the discussion, revealing ongoing debates on authenticity and adaptation.*

**Keywords:** Hadith criticism; Sanad criteria; Four Imams; Usul al-Hadith; Abu Hanifa; Malik ibn Anas; Al-Shafi'i; Ahmad ibn Hanbal; Comparative fiqh; Narrator reliability

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اصول نقد حدیث کے اطلاقات کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے، جس کا اولین اور بنیادی پہلو "سند" کی حیثیت اور اس کے معیارات کا جائزہ ہے۔ سند دراصل حدیث کی صحت کا اولین اور لازمی معیار ہے، کیونکہ متن تک رسائی کا راستہ سند ہی کے ذریعے فراہم ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک سند کے بغیر حدیث کو علمی وقعت حاصل نہیں ہوتی۔

اسی لیے امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا تھا:

الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء<sup>1</sup>  
 "سند دین کا حصہ ہے، اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔"

ائمہ اربعہ نے اس اصولی بنیاد کو مزید باریک بینی کے ساتھ منضبط کیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے سند کی بنیاد پر نہ صرف راوی کے حفظ اور ضبط کو پرکھا بلکہ اس کے فقہی شعور اور عملی تقویٰ کو بھی معیار بنایا۔ ان کے نزدیک صرف روایت کا صحیح ہونا کافی نہ تھا بلکہ روایت کے ساتھ راوی کا فہم اور عمل بھی معتبر تھا۔ چنانچہ جب کسی راوی میں کذب یا ضعف کا شبہ بھی ہوتا تو وہ روایت کے قبول کرنے میں تامل کرتے۔ اس رویے نے ان کے فقہی منہج کو احتیاط اور استحکام فراہم کیا۔

امام مالکؒ کے ہاں سند کی صحت کے ساتھ ساتھ اہل مدینہ کے عمل کو بھی ایک سندی معیار کی طرح تسلیم کیا گیا۔ ان کے نزدیک مدینہ کے اجتماعی عمل نے ایک طرح سے سند کا درجہ اختیار کر لیا تھا۔ "الموطأ" کی روایات میں اس کا اظہار نمایاں ہے۔ امام شافعیؒ نے سند کے باب میں سخت معیارات قائم کیے اور خبر واحد کو بھی حجت مانا، بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ضبط میں کامل ہو اور روایت کا تسلسل منقطع نہ ہو۔ ان کے نزدیک سند کی صحت متن کی حجیت کے لیے کافی تھی، بشرطیکہ اس میں شد و ذیاعت نہ ہو۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الرسالۃ میں اس تصور کو اصولی استدلال کے ساتھ پیش کیا، جو بعد میں علم اصول حدیث کا سنگِ میل بنا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا رجحان سندی تنوع اور کثرت طرق کی طرف تھا۔ وہ ضعیف الاسناد روایات کو بھی فضائل میں قبول کرتے تھے، لیکن احکام میں انہوں نے قوی سند ہی کو معتبر مانا۔ ان کے نزدیک "کثرة الطرق" حدیث کے ضعف کو قوت میں بدل دیتی ہے۔ چنانچہ ابن رجب حنبلیؒ ان کی ترجیحات پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان أحمد يحتج بالحديث إذا جاء من وجوه متعددة يشد بعضها بعضاً<sup>2</sup>

"امام احمد حدیث کو اس وقت حجت بناتے تھے جب وہ متعدد طرق سے مروی ہو اور ایک دوسرے کو تقویت دے۔"

ائمہ اربعہ کے ہاں سند کے معیارات میں ایک طرف اشتراک ہے کہ سب نے سند کو حدیث کی صحت کا بنیادی معیار قرار دیا، اور دوسری طرف ان میں اختلاف ہے کہ کس حد تک سند کے علاوہ خارجی عوامل کو حجت بنایا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ نے راوی کے فہم و عمل کو دیکھا، امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے عمل کو ملحوظ رکھا، امام شافعیؒ نے صرف سند کے اتصال و عدالت پر اعتماد کیا، اور امام احمد نے

<sup>1</sup> Al-Khatib al-Baghdadi, Al-Kifaya fi 'Ilm al-Riwaya, (Baghdad: Maktaba al-Ma'arif, 1972) s. 125

<sup>2</sup> Ibn Rajab, Sharh 'Ilal al-Tirmidhi, (Bayrut: Dar al-Ma'rifa, 1987) s. 55

طرق کی کثرت کو اہمیت دی۔ اس تقابلی جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ائمہ اربعہ نے ایک ہی اصول (سند) کو مختلف جہات سے پرکھ کر اپنی فقہی اور حدیثی بصیرت کے مطابق وسعت دی، جو نہ صرف ان کے اجتہادی منہج کا عکس ہے بلکہ نقد حدیث کی تاریخ میں ایک لازوال علمی سرمایہ بھی۔

حدیث کی نقد میں سندی معیارات کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کی تاریخی پس منظر کو دیکھیں۔ دوسری صدی ہجری میں جب احادیث کی تدوین کا عمل شروع ہوا، تو محدثین نے سند کی توثیق پر توجہ مرکوز کی، جیسا کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنے مجموعوں میں کیا۔ ائمہ اربعہ نے اس عمل کو فقہی استنباط کے لیے استعمال کیا، جو ان کے مکاتب فقہ کی بنیاد بنا۔ مثال کے طور پر، امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں کوفہ کی فکری تنوع نے عقلی استدلال کو اہم بنایا، جبکہ امام مالکؒ نے مدینہ کی عملی روایت کو مرکزی حیثیت دی۔ یہ مقدمہ اس تجزیے کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ آگے کی بحث میں ہر امام کے معیارات کو تفصیل سے دیکھا جائے۔

سندی نقد کے موضوع پر قدیم اور جدید ادب میں وسیع مواد موجود ہے۔ قدیم مصادر میں "الرسالہ" از امام شافعیؒ، "الموطا" از امام مالکؒ، اور "مسند" از امام احمدؒ سے لے کر متاخرین کی تصانیف جیسے "تذکرۃ الحفاظ" از امام ذہبیؒ اور "الکفایہ فی علم الروایہ" از خطیب بغدادیؒ تک، ان اصولوں کی بحث جاری رہی ہے۔ جدید مطالعوں میں جوزف شاخٹ کی "The Origins of Muhammadan Jurisprudence" میں مغربی تناظر میں ائمہ کے معیارات کا جائزہ لیا گیا ہے، جبکہ عربی میں محمد یوسف موسیٰ کی "تاریخ الفقہ الاسلامی" اور عبدالوہاب خلاف کی "علم اصول الفقہ" نے تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔

ان تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ ائمہ کے سندی معیارات میں اختلاف کی بنیادی وجہ ان کے ماحول اور مسائل کی نوعیت تھی۔ مثال کے طور پر، امام ابو حنیفہؒ پر تنقید کی گئی کہ انہوں نے خبر واحد کو قیاس پر ترک کیا، جبکہ امام احمدؒ کو ضعیف حدیث کی قبولیت پر نشانہ بنایا گیا۔ یہ جائزہ ان اصولوں کی تنقیدی روشنی میں ان کی افادیت کو اجاگر کرے گا۔

## امام ابو حنیفہؒ کے سندی معیارات

امام ابو حنیفہؒ کے اصول نقد حدیث میں سب سے نمایاں پہلو سند کے باب میں ان کی غیر معمولی احتیاط ہے۔ ان کے نزدیک حدیث کی صحت اور قبولیت کے لیے سند کا اتصال بنیادی شرط تھی۔ وہ اس بات پر سختی سے قائم تھے کہ جب تک روایت مسلسل اور بلا انقطاع معتبر راویوں سے نہ پہنچے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ امام محمدؒ اپنی المبسوط میں امام صاحبؒ کے منہج کو واضح کرتے ہیں کہ وہ روایت کو بغیر اتصال کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے، کیونکہ سند میں انقطاع کا مطلب روایت کے اعتماد کو مجروح کرنا تھا۔

راوی کی عدالت اور ضبط پر وہ غیر معمولی اصرار بھی اس بات کی علامت ہے کہ وہ صرف الفاظ کے ناقل کو نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اور علمی معیار کو بھی جانچتے تھے۔ امام ذہبی نے ان کے بارے میں کہا ہے:

كان أبو حنيفة لا يقبل الحديث إلا من عُرف بالصدق والأمانة والضبط<sup>3</sup>

" امام ابو حنیفہ حدیث صرف اسی سے قبول کرتے جو صدق، امانت اور ضبط کے ساتھ معروف ہو۔"

مرسل روایت کے بارے میں ان کا موقف نہ تو مطلق رد ہے اور نہ ہی مطلق قبول۔ وہ مرسل روایت کو اصل میں احتیاط کے ساتھ دیکھتے تھے، لیکن اگر وہ روایت تابعین اجلاء سے ہو اور اس کی تائید دیگر اسانید سے ملتی ہو تو اسے قبول کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر مرسل روایت کا سہارا ملتا ہے، لیکن یہ سہارا اس وقت معتبر سمجھا جاتا ہے جب روایت اپنے سیاق میں تقویت پا جائے۔ اس امر سے ان کے فقہی منہج کی عملی جہت سامنے آتی ہے جو محض نصوص پر انحصار نہیں بلکہ دلائل کی مجموعی ہم آہنگی کو مد نظر رکھتا ہے۔ ثقہ کے مقابل کمزور یا غیر محتاط راوی کی روایت کو وہ بالکل ناقابل قبول قرار دیتے تھے۔ ان کے نزدیک روایت کے باب میں یہ اصولی توازن ضروری تھا کہ اگر ایک ثقہ اور ضابط راوی کی روایت کو کسی کمزور یا غیر محتاط راوی کی روایت معارض ہو جائے تو ایسی معارض روایت کو رد کیا جائے۔ ابن عبد البر نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

وكان أبو حنيفة يرد ما خالف الثقات من الأخبار<sup>4</sup>

" امام ابو حنیفہ ان روایات کو رد کرتے جو ثقہ رواۃ کی مخالفت میں ہوتیں۔"

ان نکات سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سند کا اتصال، راوی کی عدالت و ضبط، مرسل روایت کے بارے میں محتاط رویہ، اور ثقہ کے مقابل غیر ثقہ کی نفی، یہ سب ایسے معیارات ہیں جو ان کے اصولی احتیاط اور فقہی استحکام کی دلیل ہیں۔ یہ معیارات نہ صرف ان کے منہج کی انفرادیت کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ فن نقد حدیث کی تاریخ میں بھی ایک نمایاں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

<sup>3</sup> Al-Dhahabi, Tadhkira al-Huffaz, (Bayrut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyya, 1998) j.1, s. 168 ; Shams al-Dīn al-Dhahabī, *Siyar A'lām al-Nubalā'*, ed. Shu'ayb al-Arnā'ūt et al., vol. 6 (Beirut: Mu'assasat al-Risālah, 1985), 397.

<sup>4</sup> Ibn Abd al-Barr, *Al-Intiqa' fi Fada'il al-Thalatha al-A'imma al-Fuqaha'*, (Al-Qahira: Matba'a al-Sa'ada, 1320 H) s. 145

حنفی مکتب میں رائے کو بعض احادیث پر ترجیح دی جاتی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں مہارت پر بحث ہے، جہاں انہوں نے تقریباً 4000 احادیث قبول کیں۔ تنقید یہ ہے کہ وہ کم احادیث استعمال کرتے تھے، لیکن یہ ان کی احتیاط کی دلیل ہے۔ جدید محققین جیسے محمد زاہد کوثری نے ان کی دفاع کیا ہے۔ مزید برآں، امام ابو حنیفہؒ نے راوی کی عدالت کو دیکھا، جیسا کہ بدعتی راویوں کی روایات کو رد کیا۔ مثال: وہ جابر جعفی کی روایات کو قبول نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ شیعہ تھے۔ یہ ان کی سند کی نقد کو ظاہر کرتا ہے۔

### امام مالکؒ کے سند کی معیارات

امام مالکؒ کے اصول نقد حدیث میں سند کی معیارات ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں جن کی اساس ان کے مکتب مدینہ کی فکری روایت پر ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سند کی صحت کا معیار صرف رواۃ کی عدالت اور ضبط تک محدود نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ "عمل اہل مدینہ" کو انہوں نے ایک مستقل اور اعلیٰ درجہ کی حجت قرار دیا۔ ان کے نزدیک اہل مدینہ کا عمل دراصل عہد نبوی ﷺ کی براہ راست میراث تھا، جسے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے اپنے عمل کے ذریعے محفوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بسا اوقات صحیح سند کے مقابل اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے۔ امام مالکؒ کا یہ قول معروف ہے:

لا یصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها<sup>5</sup>

" اس امت کے آخر کو وہی چیز درست کرے گی جس نے اس کے اول کو درست کیا۔"

اس قول کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اہل مدینہ کا جماعی عمل حدیث کی عملی سند ہے، جو بسا اوقات لفظی سند سے بھی قوی تر ہے۔ راوی کی عدالت اور ضبط پر وہ غیر معمولی اصرار بھی اس بات کی علامت ہے کہ وہ صرف الفاظ کے ناقل کو نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اور علمی معیار کو بھی جانچتے تھے۔ امام ذہبیؒ نے ان کے بارے میں کہا ہے:

كان أبو حنيفة لا يقبل الحديث إلا من عُرف بالصدق والأمانة والضبط

واضح ہوا کہ راوی کی عدالت اور ضبط پر وہ غیر معمولی اصرار بھی اس بات کی علامت ہے کہ وہ صرف الفاظ کے ناقل کو نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اور علمی معیار کو بھی جانچتے تھے۔ ثقہ اور عادل راوی کی روایت کو وہ معتبر قرار دیتے تھے، لیکن اگر وہ روایت اہل مدینہ کے معروف عمل سے متضاد ہوتی تو اسے قبول نہ کرتے۔ اس طرح ان کا اصولی رویہ سند کی تحقیق اور عملی تعامل کا حسین امتزاج تھا۔

<sup>5</sup> Malik ibn Anas, Al-Muwatta, (Al-Qahira: Dar Ihya' al-Kutub al-'Arabiyya, 1951) j.1, s.



مرسل روایت کے باب میں بھی ان کا منہج یہی تھا کہ اگر ایسی روایت اہل مدینہ کے تعامل یا اجماع سے ہم آہنگ ہو تو وہ اس کو حجت مان لیتے۔ چنانچہ "الموطا" میں ایسی متعدد مرسل روایات درج ہیں جنہیں وہ صرف اسی لیے قابل قبول سمجھتے ہیں کہ ان کا سہارا اہل مدینہ کے عمل سے ہو رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام مالک نے سندى اصول میں ایک طرح کا "اجتماعى قرینہ" شامل کیا جو روایت کے اعتبار کو مزید پختگی عطا کرتا ہے۔

امام مالک نے بعض اسانید کو غیر معمولی وقعت دی، جنہیں بعد میں "سلسلۃ الذہب" کہا گیا۔ یہ وہ روایت ہے جس میں امام مالک، نافع اور ابن عمرؓ کی سند شامل ہو:

مالك عن نافع عن ابن عمر<sup>6</sup>

" امام مالک → نافع → ابن عمرؓ "

محدثین نے اس سند کو "صحیح الأسانید" قرار دیا۔ امام بخاری نے بھی اس سلسلہ سند کو اپنی جامع میں غیر معمولی اہمیت دی۔ امام مالکؒ کا اس سند کو ایک خاص مقام دینا دراصل ان کے اصولی ذوق کا اظہار ہے، جس میں وہ نہ صرف سند کے اتصال کو دیکھتے تھے بلکہ سند کی تاریخی اور مکانی اصالت کو بھی نمایاں کرتے تھے۔

امام مالکؒ کے ہاں سندى معیارات میں ایک طرف عدالت و ضبطِ رواۃ کی شرط ہے اور دوسری طرف "عمل اہل مدینہ" کو معیارِ صحت قرار دینا، مرسل روایت کی مشروط قبولیت، اور بعض اسناد کو خصوصی مقام دینا—یہ سب ان کے مکتبِ فکر کی خصوصیات ہیں، جو مدینہ کی علمی روایت کو امتدادِ زمان میں ایک زندہ معیار بنا دیتی ہیں۔

امام مالکؒ نے مدینہ کی زندہ روایت پر زور دیا۔ یہ ان کی احتیاط کی دلیل ہے۔ تنقید یہ ہے کہ یہ علاقائی ہے، لیکن یہ صحابہ کی میراث ہے۔ "الموطا" میں 1720 روایات ہیں، جو ان کی سندى نقد کو ظاہر کرتی ہیں۔

## امام شافعیؒ کے سندى معیارات

<sup>6</sup> Ibn Hajar, Al-Nukat 'ala Ibn al-Salah, (Al-Qahira: Matba'a al-Sunna al-Muhammadiyah, 1955) j.2, s. 631

امام شافعیؒ (متوفی 204ھ) کے اصولِ نقدِ حدیث میں سند کو سب سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ ان ائمہ میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ حدیث کے حجیت اور اس کے شرائط کو منظم اور اصولی انداز میں پیش کیا۔ ان کے نزدیک حدیث کی صحت کا پہلا اور بنیادی تقاضا سند کے اتصال کا ہے۔ اگر سند میں کسی بھی درجہ پر انقطاع یا ارسال پایا جائے تو وہ روایت ناقابل قبول قرار پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الرسالۃ میں بارہا اس بات پر زور دیا کہ حجت صرف وہی روایت ہے جس کی سند متصل ہو اور راوی ثقہ و عادل ہو۔ ان کے سخت مؤقف کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے:

ليس في الدنيا بعد كتاب الله أصل يعتمد في الحلال والحرام إلا السنة، ولا يثبت خبر الواحد إذا كان مرسلًا<sup>7</sup>

" کتاب اللہ کے بعد دنیا میں حلال و حرام کے باب میں جس اصل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے وہ سنت ہے، اور خبر واحد اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب وہ مرسل ہو۔"

یہ قول ظاہر کرتا ہے کہ امام شافعیؒ نے مرسل روایت کے قبول کرنے کی راہ بند کر دی، برخلاف امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے، جو خاص حالات میں مرسل کو معتبر سمجھتے تھے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مرسل روایت درحقیقت سندی انقطاع ہے، اور انقطاع حدیث کی حجیت کو باطل کر دیتا ہے۔

راوی کی عدالت اور ضبط پر وہ غیر معمولی اصرار بھی اس بات کی علامت ہے کہ وہ صرف الفاظ کے ناقل کو نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اور علمی معیار کو بھی جانچتے تھے۔

ثقہ اور عادل راوی کی روایت کو وہ بلا تردد معتبر مانتے تھے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی روایت ثقہ، ضابط اور عادل راوی کے ذریعے متصل سند کے ساتھ وارد ہو تو وہ ہر حال میں حجت ہے۔ اس معاملے میں ان کا موقف امام مالکؒ سے مختلف اور زیادہ سخت تھا، کیونکہ وہ اہل مدینہ کے عمل کو سند پر فوقیت دینے کے قائل نہ تھے۔

جہاں کہیں ضعف یا ارسال کی صورت پائی جاتی، امام شافعیؒ اس روایت کو ترک کر دیتے تھے۔ ان کے نزدیک شریعت کے اصول صرف ایسی روایات پر قائم ہو سکتے ہیں جو مکمل طور پر قابل اعتماد ہوں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے اصولی منہج نے بعد کے محدثین کے لیے ایک معیار طے کر دیا اور فن اصول حدیث کی بنیاد رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ابن حجرؒ نے ان کے بارے میں کہا:

الشافعي من أشد الناس في اشتراط الاتصال والصحة<sup>8</sup>

<sup>7</sup> Al-Shafi'i, Al-Risala, (Al-Qahira: Matba'a Mustafa al-Babi al-Halabi, 1940) s. 461

" امام شافعی اتصال اور صحت کی شرط لگانے میں سب سے زیادہ سخت ائمہ میں سے تھے۔ " امام شافعیؒ کے سندى معیارات کو اگر سمیٹا جائے تو ان کا خلاصہ یہ ہے: اتصالِ سند پر اصرار، مرسل کی کلی نفی، ثقہ کی روایت کی بلا تردد قبولیت، اور ضعف یا رسال کی موجودگی میں روایت کا ترک۔ یہ معیارات ان کے اصولی نظام کی وہ بنیادیں ہیں جنہوں نے بعد کے محدثین اور اصولیین کو ایک منضبط منہج عطا کیا اور علم حدیث کی تطہیر و تنقیح میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر فضل الہی کے بقول، امام شافعیؒ کا منہج استدلال سند پر سختی پر مبنی تھا۔ وہ "الرسالہ" میں مرسل کو رد کرتے ہیں۔ تنقید یہ ہے کہ یہ سختی عملی لچک کم کرتی ہے۔ امام شافعیؒ نے خبر واحد کو حجت مانا جب سند صحیح ہو اور وہ ضعیف راویوں سے احتراز کرتے تھے۔

### امام احمد بن حنبلؒ کے سندى معیارات

امام احمد بن حنبلؒ (متوفی 241ھ) کے سندى معیارات میں احتیاط اور وسعت دونوں پہلو جمع ہیں۔ ایک طرف وہ سند کے اتصال اور راوی کی عدالت و ضبط کے معاملے میں غیر معمولی سختی برتتے ہیں، اور دوسری طرف وہ بعض مواقع پر ضعیف یا مرسل روایت کو بھی مخصوص شرائط کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔ ان کا یہ منہج دراصل حدیث کی نصی اہمیت کے اعتراف اور نصوص پر قیاس کے مقابلے میں ترجیح دینے کا مظہر ہے۔

امام احمدؒ کے نزدیک سب سے پہلا معیار یہ تھا کہ روایت متصل سند کے ساتھ مروی ہو اور تمام رواة عادل و ضابط ہوں۔ ابن رجب حنبلیؒ نے اس حوالے سے ان کے منہج کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وكان أحمد لا يقبل من الحديث إلا ما صح إسناده واتصل رجاله<sup>9</sup>

" امام احمد صرف اسی حدیث کو قبول کرتے تھے جس کی سند صحیح ہو اور رواة متصل ہوں۔ "

البتہ ان کا امتیاز یہ ہے کہ اگر ضعیف حدیث اور قیاس میں تعارض ہوتا تو وہ ضعیف حدیث کو ترجیح دیتے، بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو۔ اس رویے سے ان کے نزدیک سنت کی اصل حیثیت نمایاں ہوتی ہے کہ وہ عقل یا قیاس پر فوقیت رکھتی ہے۔ اسی تناظر میں ان کا یہ قول مشہور ہے:

الحديث الضعيف أحب إلي من الرأي<sup>10</sup>

<sup>8</sup> Ibn Hajar, Al-Nukat 'ala Ibn al-Salah, (Al-Qahira: Matba'a al-Sunna al-Muhammadiyya, 1955) j.1, s. 302

<sup>9</sup> Ibn Rajab, Sharh 'Ilal al-Tirmidhi, (Bayrut: Dar al-Ma'rifa, 1987) s. 85

"میرے نزدیک ضعیف حدیث رائے (قیاس) سے زیادہ محبوب ہے۔"

مرسل روایت کے بارے میں ان کا رویہ معتدل تھا۔ وہ ایسی مرسل روایات کو قبول کرتے جو دیگر اسانید یا شواہد سے تقویت پاتی ہوں۔ یوں ان کے نزدیک محض ارسال بذات خود روایت کو ساقط الاعتبار نہیں کرتا بلکہ اگر مؤید موجود ہو تو وہ حجت بن سکتی ہے۔ ثقہ راوی کی مخالفت کو وہ شذوذ شمار کرتے تھے۔ اگر کوئی روایت ثقہ اور ضابطہ راوی کی روایت سے مختلف ہو تو امام احمدؒ سے شاذ قرار دیتے اور قبول نہ کرتے۔ یہ رویہ ان کے اصولی توازن کو ظاہر کرتا ہے، جس میں ایک طرف روایت کی حفاظت کا اہتمام ہے اور دوسری طرف تعدد طرق کے ذریعے ضعف کو قوت دینے کا شعور بھی۔ ان نکات سے واضح ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے سند کی معیارات میں اتصال، عدالت اور ضبط بنیادی ستون ہیں، مگر ان کے ساتھ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دینا، مرسل کو شواہد کے ساتھ قبول کرنا، اور ثقہ کی مخالفت کو شذوذ شمار کرنا، یہ سب ان کے منہج کی انفرادیت ہے۔ اس نے فقہ حنبلی کو روایت پر مبنی استحکام عطا کیا، لیکن ضعیف احادیث کے استعمال پر بعد کے ادوار میں ناقدین کے ہاں اختلاف کی گنجائش بھی پیدا ہوئی۔

حنبلی مکتب کے مطابق، امام احمد نے متعدد طرق پر زور دیا۔ وہ ضعیف حدیث کو فضائل میں قبول کرتے تھے۔ تنقید یہ ہے کہ یہ شریعت میں ابہام پیدا کر سکتی ہے۔ "مسند احمد" میں 28000 احادیث ہیں، جو ان کی کثرت طرق کو ظاہر کرتی ہیں۔

### ائمہ اربعہ کے سند کی معیارات کا تقابلی مطالعہ

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے سند کی معیارات کا تقابلی مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ اگرچہ ان کے اصول و ضوابط میں بنیادی سطح پر اشتراک موجود ہے، تاہم تفصیلات میں نمایاں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، جو ان کے علمی منہج کی انفرادیت اور تاریخی و فکری پس منظر کی جھلک ہیں۔

اشتراکات کی سطح پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ سبھی ائمہ نے سند کے اتصال کو لازم قرار دیا اور کسی بھی روایت کو بغیر متصل سند کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اسی طرح عدالت اور ضبط راوی پر بھی سب کا اجماع ہے۔ کوئی روایت اس وقت تک معتبر نہیں ہو سکتی جب تک اس کے ناقلین عادل و ضابطہ نہ ہوں۔ مزید برآں، ثقہ راوی کی روایت کو سب ائمہ نے اعتماد کا مرکز بنایا۔ یہ پہلو اس امر کا اظہار ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حدیث کا اولین معیار سند ہی ہے اور اس میں کمزوری حدیث کے اعتبار کو منہدم کر دیتی ہے۔

<sup>10</sup> Ibn al-Jawzi, Manaqib al-Imam Ahmad, (Al-Qahira: Matba'a al-Sa'ada, 1949), s. 183

اختلافات کی صورت میں سب سے نمایاں مسئلہ "مرسل حدیث" کا ہے۔ امام مالک اور امام احمد نے مرسل روایت کو بعض شرائط کے ساتھ معتبر قرار دیا، مثلاً اگر وہ عمل اہل مدینہ سے مؤید ہو یا دیگر اسانید سے تقویت پائے۔ اس کے برعکس امام شافعی نے مرسل روایت کو کلیتاً ناقابل قبول سمجھا اور اسے سندی انقطاع کی ایک شکل قرار دیا۔ اس سے ان کے سخت معیار کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرا اختلافی پہلو امام مالک کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے عمل اہل مدینہ کو سند پر فوقیت دی۔ ان کے نزدیک اہل مدینہ کا جماعی عمل دراصل سند کی ایک عملی توثیق تھا، جو انہیں منفرد حیثیت دیتا ہے۔ تیسری انفرادیت امام احمد کی ہے کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے، بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو۔ اس کے نزدیک نص کی ادنیٰ درجہ کی قوت بھی عقل کی مجرد کاوش پر مقدم تھی، اور یہی ان کے مکتب حدیثی کا نمایاں امتیاز ہے۔ اس تقابلی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امام نے اپنے عہد کے علمی و فکری ماحول کو سامنے رکھ کر سندی اصول مرتب کیے۔ امام ابو حنیفہ نے فقہی احتیاط کے تناظر میں راوی کے عمل اور فہم کو اہمیت دی، امام مالک نے اہل مدینہ کے عمل کو ملحوظ رکھا، امام شافعی نے صرف سند کے اتصال و عدالت پر اعتماد کیا، اور امام احمد نے طرق کی کثرت کو اہمیت دی۔ اس سے ان کے اجتہادی ذوق اور علمی ماحول کی آئینہ دار ہیں، اور اشتراکات ان کے نقد حدیث کے مشترک علمی ورثے کو اجاگر کرتے ہیں۔

### خلاصہ بحث

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے سندی معیارات کے اس مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ ان سب کے ہاں بنیادی اصولوں میں قدر مشترک پایا جاتا ہے، لیکن عملی اطلاقات میں ان کے درمیان واضح فرق نمایاں ہے۔ سبھی ائمہ نے اتصال سند، عدالت و ضبط راوی اور ثقہ پر اعتماد کو اساس قرار دیا، تاہم روایت کے مختلف پہلوؤں میں ان کے اجتہادی رجحانات اور علمی ترجیحات مختلف دکھائی دیتی ہیں۔ امام مالک اور امام احمد نے جزوی لچک کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرسل روایت کو مخصوص شرائط کے ساتھ قبول کیا، اور امام احمد نے مزید یہ امتیاز قائم کیا کہ وہ ضعیف روایت کو بھی قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ اس کے برعکس امام شافعی نے زیادہ سختی برتی اور مرسل یا منقطع روایت کو کلیتاً ناقابل قبول سمجھا۔ ان کے نزدیک روایت کی قوت صرف اس وقت معتبر تھی جب سند کامل اتصال اور رواۃ اعلیٰ درجے کی ثقاہت کے حامل ہوں۔

امام ابو حنیفہ نے فقہی معیار اور راوی کی ثقاہت پر خاص زور دیا۔ ان کے ہاں عدالت و ضبط کی کڑی شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم تھا کہ روایت اجتہادی و فقہی اصولوں سے ہم آہنگ ہو۔ اس کے نزدیک ضعیف حدیث رائے (قیاس) سے زیادہ محبوب ہے۔"



مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ائمہ اربعہ کے یہ مناہجِ سندی نقد میں ایک دوسرے کے تکملہ ہیں۔ کسی نے نص کی حفاظت کے لیے سختی کی، کسی نے عملی تعامل کو معیار بنایا، کسی نے نصی پُک کو برقرار رکھا اور کسی نے فقہی ضرورت کے ساتھ ربط پیدا کیا۔ یہی تنوع دراصل امت کے علمی ذخیرے کو وسعت بخشتا ہے اور فنِ نقدِ حدیث کے ارتقائی سفر میں ایک جامع اور ہمہ جہت منہج کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ اصول آج بھی متعلق ہیں جہاں جدید مسائل کے لیے سندی نقد کی ضرورت ہے۔ مستقبل کی تحقیق ان کو ڈیجیٹل دور میں استعمال کر سکتی ہے۔